خصوصی ایڈیشن ماہوار مجلہ ''فلاح آدمیت'' اپریل 2010ء

نعمت دیدار

محمد صدیق ڈار توحیدی

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملّت

وحید کالونی (پیرو شہید بس سٹاپ) جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

سالانہ خطبہ 2010ء

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

یٰاَیُّھَا الرَّسُولُ لَا یَحزُنکَ الَّذِینَ یُسَارِعُونَ فِی الکُفرِ مِنَ الَّذِینَ قَالُوا اٰمَنَّا بِاَفوَاھِھِم وَلَا تُؤمِن قُلُوبُھُم ج

ترجمہ

"اے پیغمبر آپ انکی وجہ سے غمناک نہ ہونا جو لوگ کفر میں جلدی جلدی گرتے ہیں وہ ان میں سے ہیں جنہوں نے صرف اپنے منہ سے کہا کہ ہم ایمان لائے لیکن ان کے دل مومن نہیں ہیں" (المائدۃ۔41)

صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیمُ

علم کی حد سے پرے بندہ مومن کے لیے
لذتِ شوق بھی ہے نعمتِ دیدار بھی ہے

اقبالؒ

ہے ذوقِ تجلی بھی اِسی خاک میں پنہاں
غافل تُو نرا صاحبِ ادراک نہیں ہے

تو اے اسیر مکاں لامکاں سے دُور نہیں
وہ جلوہ گاہ ترے خاکداں سے دُور نہیں
یہ ہے خلاصہ علم قلندری کہ حیات
خَدنگِ جَستہ ہے لیکن کماں سے دُور نہیں

(اقبالؒ)

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

غایتِ حیات

اللہ سُبحانہ وتعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا مقصد خود ہی بیان فرما دیا کہ وہ صرف میرا بندہ ہے۔ اِسے خصوصی صلاحیتوں سے اِسی لئے نوازا گیا تا کہ وہ دوسری تمام مخلوق سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت کا مقام حاصل کرے کیونکہ کمالِ بندگی کمالِ معرفت کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ انسان کیلئے سب سے بڑا انعام اور اعزاز اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور اس کی اہلیت صرف انسان کو عطا ہوئی۔ روزِ اول اولادِ آدم کی ارواح سے جب عہدِ الست لیا گیا اِسی سے انسان کی انفرادی شان ظاہر ہو گئی۔ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی ذات نے ظہور فرما کر ارواح سے اپنی پہچان کرائی۔ پھر شرفِ ہمکلامی عطا فرماتے ہوئے **اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ** کے محبت بھرے کلمات سے اپنی ربوبیت اور محبوبیت کا عہد طلب کیا۔ جس پر تمام ارواح نے **قَالُوۡا بَلٰی** کہہ کر اللہ کی ربوبیت اور اپنی بندگی پر مہرِ شہادت ثبت کر دی۔ یہ عہد اسی لئے لیا گیا تا کہ ہر فرد اپنے مقصودِ حیات سے آگاہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی خواہش بھی دیگر جبلی خواہشات کی طرح ہر انسان میں موجود ہے۔ گذشتہ کتابوں اور اقوام کے حالات پڑھنے سے بھی یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ جن افراد میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی لگن دوسروں سے زیادہ ہوتی ہے وہ ہر دور میں حصولِ مراد کیلئے جدوجہد کرتے اور اللہ کے دیدار کی بے بہا نعمت سے نوازے جاتے رہے۔

ہمارے تمام توحیدی بھائی اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلامی تصوف کا مقصد حصولِ کشف و کرامات ہرگز نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ تصوف کا مقصد انسانی مقصودِ حیات یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کا قرب و عرفان ہے۔ سلسلہ توحیدیہ میں تو دیدارِ الٰہی کو ہی سالکین کا ہدف قرار دیا گیا ہے۔ بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ جب اپنے مُرشد مولانا کریم

الدین احمدؒ کے پاس بیعت ہونے کیلئے حاضر ہوئے تو حضرت مولانا نے دریافت فرمایا کہ کس غرض سے بیعت ہونا چاہتے ہو جس پر آپ نے عرض کیا کہ میرے تین مقاصد ہیں ۔اول روحانی طاقت ۔دوسرا تزکیہ اخلاق اور تیسرا دیدار باری تعالیٰ ۔

ابتدائی گفتگو کے دوران مُرشد نے حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا کہ دیدار خدا بالکل ممکن ہے ۔رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہوا ۔حضورؐ کے صحابہ کبارؓ کو میسر آیا ۔حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ میں دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں ۔پھر حضورؐ کی اُمت اس سے کس طرح محروم رہ سکتی ہے ۔ اکابر اولیاء جتنے بھی گذرے ہیں سبھی جیتے جی اپنے رب کے دیدار سے مشرف ہوئے لیکن اللہ کا دیدار ان ظاہری آنکھوں سے نہیں ہوتا بلکہ ایک باطنی آنکھ پیدا ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنی طاقت کے مطابق یقیناً دیکھتی ہے ۔اور اُس کے بعد ہی ایمان کا وہ درجہ نصیب ہوتا ہے جس میں کبھی کمی اور شک پیدا نہیں ہوسکتا ۔

اس کے ساتھ ہی مُرشد نے یہ عظیم خوشخبری بھی دی کہ ''تمہارے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی چیز پیدا کی ہے کہ جب تک تم زندگی میں خدا کو نہ دیکھ لوگے مروگے نہیں'' چنانچہ ایسا ہی ہوا اور قبلہ حضرت بانی سلسلہ توحیدیہ نے اپنی تصنیف ''حقیقت وحدت الوجود'' کے ابتدائیہ میں تحدیثِ نعمت کے طور پر تحریر فرمایا: ''آخر کار اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور ایک بزرگ (حضرت رسالدار محمد حنیف خانؒ) سے ملاقات کرادی ۔یہ حضرت اویسی تھے ۔نہ خود کسی سے بیعت تھے نہ بیعت فرماتے تھے ۔اِس لئے بیعت تو نہ ہوسکا لیکن بیس پچیس سال ان سے فیض کثیر ملتا رہا ۔اب میں فیض تو ان سے لیتا تھا لیکن ذکر وفکر وغیرہ اپنے اِسی پرانے سلسلے نقشبندیہ کا کرتا تھا ۔اِس مرتبہ سلوک عجیب طرح سے طے ہوا ۔یعنی ناسوت سے ذاتِ بحت تک سارے راستے گردوپیش کے ماحول کو دیکھتا اور سمجھتا ہوا گزرا ۔یعنی پہلے دوزخ کے طبقات دیکھے پھر علی الترتیب اعراف، ملکوت، جبروت، لاہوت اور ہاہوت کی جنتوں کی سیر کرتا ہوا ھُو کے نچلے طبقے میں داخل ہوا ۔

یہاں مجھ پر وحدت الوجود کی کیفیت طاری ہوئی ۔ یہ وہی کیفیت ہے جس کو جناب ابن عربیؒ نے حقیقت فرمایا ہے ۔ الحمدللہ میں نے یہاں زیادہ دیر قیام نہیں کیا ورنہ میں بھی وجودی ہو کر رہ جاتا ۔ جب میں ھو کی اوپر والی سطح پر پہنچا تو وہاں وہ کیفیت نظر آئی جس کو مجدد صاحبؒ نے ظلیت کہا ہے ۔ یہاں سے بھی جلدی نجات مل گئی ۔ اس کے بعد میں کچھ عرصہ عدم میں رہا لیکن برابر آگے بڑھتا رہا ۔ حتیٰ کہ عدم پار کر کے عالم امر میں داخل ہو گیا اور آخر کار 26-27 برس کی کوشش کے بعد 1953ء میں اپنے مقصودِ حیات سے ہمکنار ہوا ۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** جو چاہتا تھا مل گیا'' ۔

رُویتِ باری تعالیٰ

عہدِالست کے بارے میں اوپر بیان کئے گئے قرآنی حقائق کے باوجود رُویت باری تعالیٰ کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ایک گروہ کا خیال ہے رُویت قیامت میں ہوگی۔دوسرا گروہ کہتا ہے کہ مرنے کے بعد ہی ہوجائے گی۔تیسرے گروہ میں صوفیائے عظام اور اولیائے کرام شامل ہیں اور انکا دعویٰ ہے کہ رُویت باری اِس زندگی میں میسر آ سکتی ہے اور جسکو یہاں میسر نہ آئی اِسے آخرت میں بھی میسر نہ آئے گی۔ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے جو بڑی معقول اور مضبوط ہے۔وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور دیدار باری کی خواہش بھوک اور پیاس کی طرح فطری اور جبلی خواہش ہے خواہ لاکھوں آدمیوں میں سے صرف ایک دو کے دل میں ہی کیوں نہ ہو۔اور مشاہدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی خواہشات پیدا کی ہیں ان سب کی تسکین کا سامان بھی ضرور پیدا کیا ہے۔مثلاً بھوک پیاس پیدا کی ہیں تو ان کی تسکین کیلئے طرح طرح کے ماکولات اور مشروبات پیدا کر دئے ہیں۔یہی حال دوسری شہوات وخواہشات کا ہے۔پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار اور عرفان کی خواہش تو انسانوں کے دلوں میں فطرتاً رکھ دی ہو لیکن اس کی تسکین کا سامان اور حصول کے ذرائع پیدا نہ کئے ہوں۔ایسا تو سوچنا بھی اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی کے خلاف ہے۔آپ خود ہی غور کریں کہ اللہ تعالیٰ جیسے رحیم و کریم آقا سے اُمید رکھنا کہ وہ کسی کی سچی طلب اور پوری پوری کوشش کے باوجود اس کو فائزالمرام نہ فرمائے گا اس کے دامنِ رحمت کی وسعت سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔قرآن کریم میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

☆ **وَاٰتٰکُمْ مِنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ o** (ابراہیم:134)

ترجمہ: اے بنی نوع انسان تم نے جو کچھ بھی اللہ سے مانگا اس نے وہی تمہیں دے دیا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو وہ اتنی زیادہ ہیں کہ تم انکا احاطہ بھی نہیں کر سکتے۔ بے شک انسان ظلم کرنے والا اور ناشکرا ہے۔

یعنی انسان نے جس چیز کی خواہش کی یا جس اہلیت کا خواب دیکھا اللہ تعالیٰ نے وہی عطا کر دی۔ جس طرح تمہاری خواہشات کی کوئی حد نہیں اسی طرح اس کی عطاؤں کا بھی شمار نہیں۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہونی چاہیے کہ سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔ حضور نبی کریمؐ کی ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم اس طرح ہے کہ جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پوچھیں گے کہ کیا تم جنت کی نعمتوں پر خوش ہو تو وہ عرض کریں گے کہ باری تعالیٰ ہم بہت خوش ہیں۔ ہمیں وہ نعمتیں یہاں میسر ہیں جو ہمارے خواب و خیال میں بھی نہ تھیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کیا میں تمہیں ان سے بھی بڑی نعمت نہ دوں۔ اس پر جنتی عرض کریں گے یا اللہ وہ کونسی نعمت ہے۔ تو ارشاد ہوگا وہ ہے میرا دیدار۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے سامنے جلوہ افروز ہوں گے تو وہ اس کے سرور سے مدہوش ہو جائیں گے اور انہیں کھانے پینے اور دوسری نعمتوں کا کچھ ہوش نہ رہے گا اور وہ سینکڑوں برس اسی کیفیت میں پڑے رہیں گے۔

اس کے علاوہ دیدار ذات کے اثبات میں قرآن کریم کی یہ آیت ایک ٹھوس بنیاد اور محکم دلیل ہے۔

☆وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى ۝
(بنی اسرائیل۔72)

ترجمہ! جو شخص یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔

اس آیت مبارکہ کے یہ معانی تو ہرگز نہیں ہو سکتے کہ جو انسان اس دنیا میں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہے وہ آخرت کی زندگی میں بھی محروم ہوگا۔ بلکہ اس آیت سے یہ حقیقت کھولی گئی ہے کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو یہاں نہ دیکھا وہ وہاں بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ انفس و آفاق میں اس کی پھیلی ہوئی آیات کو دیکھنے کی کوشش کرو۔

☆ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَo
(ذاریات۔20تا21)

ترجمہ! ''اور زمین میں اہل یقین کے لئے آیات الٰہی ہیں اور تمہارے اپنے نفسوں کے اندر بھی۔کیا تم دیکھتے نہیں۔''

یہاں بھی دیکھنے کا حکم صادر ہوا۔ہماری ظاہری آنکھیں تو اللہ تعالیٰ کی صفاتی شانوں مثلاً نور وغیرہ ہی کو دیکھ سکتی ہیں لیکن اس کی ذات کو دیکھنے کے لئے دیکھنے والا دل چاہیے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی:

☆ فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِیْ الصُّدُوْرِo(الحج۔46)

ترجمہ!ان کی ظاہری آنکھیں آندھی نہیں ہونگی بلکہ ان کے سینوں میں جو دل ہیں وہ اندھے ہوں گے۔اسی لئے حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے بھی فرمایا۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دل کیونکر اندھے ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے انسان دیدار الٰہی جیسی عظیم نعمت سے محروم ہو کر اپنی زندگی کے حقیقی مشن میں ناکام ہو جاتا ہے۔اس کے لئے ہم دوبارہ کتاب ہدایت یعنی قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہماری مشکل آسان کرتے ہوئے فرمایا۔

☆ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکاً وَ نَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰیo(طٰہٰ۔124)

ترجمہ! ''جس نے منہ موڑا میرے ذکر سے،یقیناً اسکے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے۔''

''اس دن وہ غافل انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کریگا کہ اے میرے رب تُو نے میری

ظاہری آنکھوں کا نور بھی چھین کر مجھے اندھا کیوں اٹھایا۔ میں تو دیکھنے والا تھا۔ اس پر خدا فرمائے گا کہ تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو تُو نے ان کو بھلا دیا۔ اسی طرح آج تُو بھی بھلا دیا گیا اور تیری روشنی گل ہوگئی۔ جو شخص حد سے نکل جائے اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لائے ہم اس کو ایسا ہی بدلا دیتے ہیں۔ ابھی آخرت کا عذاب بہت سخت اور باقی رہنے والا ہے۔"

(طٰہٰ۔125 تا 127)

ان آیات سے اقامت صلوٰۃ اور کثرت ذکر کی اہمیت واضح ہوگئی کہ انسان کے مقصود حیات کے حصول میں ان کا بنیادی کردار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روگردانی کی نحوست اور بے برکتی کی وجہ سے مادی آسائشوں کی فراوانی کے باوجود اس دنیا کی زندگی بھی تنگی اور بے اطمینانی سے گزرتی ہے اور روحانی طور پر اس کی سزا یہ ملتی ہے کہ قلبی بصیرت کی محرومی کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن ظاہری بینائی بھی چھین لی جاتی ہے۔

شیطان کے ہتھکنڈے:۔

یہی وجہ ہے کہ انسان کے ازلی دشمن شیطان کے مکروفریب اور تمام تر ہتھکنڈوں کا مقصد وحید یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح انسان کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دور کردے تاکہ اللہ سے اس کا تعلق ٹوٹ جائے۔ اس کے بعد انسان اپنے مقصد حیات کو بھول کر مادی حیات اور اس کی سفلی لذات میں کھو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیطان کے طریقہ واردات سے آگاہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں۔

☆**اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ** ۝(المجادلہ۔19)

ترجمہ! "شیطان نے ان کو قابو کرلیا ہے اور انہیں اللہ کا ذکر بھلا دیا۔ یہ شیطان کے گروہ والے ہیں۔ سن رکھو کہ شیطان کے گروہ والے ہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

چونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار کا وسیلہ ہے اس لئے شیطان جن لوگوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے ان سے پہلا کام یہی کرواتا ہے کہ انہیں ذکر اور نماز سے دور کرتا ہے۔ وہ اس مقصد کے لئے لہو ولعب کے کلبوں اور شراب اور جوئے کے اڈوں کو بھی

استعمال کرتا ہے قرآن کریم کی چند آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو انتباہ فرمایا ہے۔

ترجمہ! اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پا سے یہ سب ناپاک کام شیطان کی کاروائی ہے۔سوان سے بچتے رہنا تا کہ فلاح پاؤ۔شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوادے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔تو تم کوان کاموں سے باز رہنا چاہیے۔''(المائدۃ۔90تا91)

آپ سب بھائی ذرا انصاف کی نظر سے اہل اسلام بلکہ اہل عالم کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز انسانوں کی کتنی تعداد اللہ تعالیٰ کے ذکر کے شرف سے محروم ہوکر ابلیس کے طاغوتی لشکر میں داخل ہوچکی ہے۔حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان عالیشان ہے کہ ''نماز دین کا ستون ہے۔جس نے اسے قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے گرادیا اس نے دین کو گرادیا۔''

اس شعور کو بیدار کرنے کے لئے ہر دردمند مومن کو اپنی اصلاح کے ساتھ دوسرے بھائیوں کی اصلاح کے لئے بھی محنت کرنی چاہیے تا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو شیطان کے جال سے نکال کر اللہ کی راہ پر لگایا جائے تا کہ دارین میں سرخرو ہوجائیں۔اللہ کا ذکر اور نماز ہی۔اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ ہے۔نماز جب اللہ کے فضل سے حضوری والی بن جائے گی تو یہی مومن کے لئے معراج بنے گی جو اللہ کے قرب کا مقام ہے۔

دیدار سے محرومی

اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں کو استعمال ہی نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کی طرف سے اندھا بہرہ بن جائے تو اس نے اپنا شرف کھو دینے کا راستہ اختیار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کی آیات دیکھنے کے لئے اسے بڑی بڑی لائبریریوں اور لیبارٹریوں میں نہیں گھسنا پڑتا بلکہ وہ تو ہر جگہ اس کے اردگرد موجود ہیں۔ قرآن کریم کی دعوت کا انداز ملاحظہ فرمائیے۔

☆''کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی نفیس چیزیں اگائی ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' (شعراء۔6تا7)

☆''تمہاری عورتوں کے ارحام میں اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا بہترین مظہر بہترین صورت میں پیدا کرتا ہے اور پوچھتا ہے کہ ''جس نطفے کو تم عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو کیا تم اس سے انسان کو بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں۔'' (واقعہ۔58تا59)

☆''بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم بوتے ہو کیا تم اس کو زمین سے اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کردیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ۔'' (واقعہ۔63تا65)

☆''بھلا دیکھو تو کہ جو پانی تم پیتے ہو کیا تم نے اس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرتے ہیں اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کردیں پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے۔ (واقعہ 68تا70)

☆''ذرا غور کریں کہ ہماری معاشرت کی زندگی میں آگ کا کتنا اہم مقام ہے۔ حرارت کے تمام ذرائع ایندھن کی لکڑی، تیل، پٹرول اور گیس وغیرہ سب درختوں کے مرہون منت ہیں۔ اللہ تعالیٰ سوال کرتا ہے۔ ''کیا تم نے اس کے درخت کو پیدا کیا یا ہم پیدا کرتے ہیں۔ ہم نے اسے یاد دلانے اور مسافروں کے برتنے کو بنایا ہے۔ تو اپنے بزرگ رب کی تسبیح کرو۔'' (واقعہ 72تا 74) اگر اللہ تعالیٰ کے سمجھانے کے باوجود بھی ایک گروہ کو کچھ دکھائی اور سجھائی نہیں دیتا تو اللہ تعالیٰ ان کا درجہ اور مقام متعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

☆وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ط اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ o

(اعراف۔179)

ترجمہ! ''اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں۔ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں مگر ان سے سنتے نہیں یہ لوگ تو چارپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔یہی ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔''

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار کردیتے ہیں اور حیات آخرت کو بھی نہیں مانتے۔یہ لوگ حیات ارضی کو سب کچھ سمجھ کر اسی کے ہو کر رہ جاتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

☆قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا o اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا o اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا o (کہف۔103 تا 105)

ترجمہ! ''کہہ دو کہ ہم تمہیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں۔وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کررہے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو اور اس کی ملاقات کو نہ مانا۔پس ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور قیامت کے دن ان کے لئے میزان قائم نہ کریں گے۔''

کفار کا یہ گروہ اللہ تعالیٰ کو یکسر بھول جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں ان کو طاغوتی گروہ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ان کے بارے میں ارشاد ہوا۔

☆اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ o (اعراف۔27)

ترجمہ! ''ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا رفیق بنادیا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔''

☆وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَلَهٗ قَرِيْنٌo
(زخرف 36)

ترجمہ! ''جو کہ اللہ رحمٰن کے ذکر سے تغافل کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ تو وہ اسکا ساتھی ہو جاتا ہے۔''

اس طرح کے بدنصیب لوگ جو اس زندگی ہی میں شیاطین کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔اور حزب الشیطان کے لشکری قرار دے دیئے جاتے ہیں انہیں تو اپنے رب کریم کی پیشی بھی نصیب نہ ہوگی۔وہ نہ تو اپنے مہربان اللہ کی آواز سننے کا شرف حاصل کر پائیں گے۔نہ ان پر اللہ غفور رحیم کی نگاہ پڑے گی اور نہ ہی جلوہ خداوندی کے نور سے انہیں تزکیہ کی سعادت حاصل ہو سکے گی۔قرآن کریم میں ان حرماں نصیبوں کی اندوہناک حالت کا نقشہ اس طرح کھینچا گیا ہے۔

☆كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوْبُوْنَo (مطففین۔15)

ترجمہ! ''بے شک یہ لوگ اس روز اپنے رب کے دیدار سے اوٹ میں ہوں گے۔''

☆اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَناً قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌo (آل عمران۔77)

ترجمہ! ''جو لوگ اللہ کے عہد اور قسموں کو بیچ ڈالتے ہیں اور ان کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں۔ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔ان سے اللہ نہ تو کلام کرے گا نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کریگا اور انکو دکھ دینے والا عذاب ہوگا۔''

محولہ بالا آیات سے یہ حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ قیامت میں بھی رب کی دید سب کے نصیب میں نہ ہوگی بلکہ ایک گروہ اس سے محروم رہے گا۔ان کے اعمال نامے سامنے سے دئے جانے کی بجائے ان کی پشت سے دئے جائیں گے۔''ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہونگی۔وہ گھسیٹے جائیں گے کھولتے ہوئے پانی میں پھر آگ میں جھونک دیئے جائیں گے۔پھر

ان سے پوچھا جائے گا کہ وہ کہاں ہیں جن کو تم شریک ٹھہراتے تھے۔'' (مومن۔71 تا 73)

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے وجود ہی سے کفر کیا۔اس کی آیات سے روگردانی کی اور مادہ پرستی پر ہی ان کی زندگی کا انجام ہوا۔ان کی یک طرفہ حیات کا فیصلہ یہاں ہی ہو گیا اور اپنے رب کریم سے دور ہٹا دیئے گئے۔ان کے لئے اللہ نے فیصلہ سنا دیا۔

☆ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ كُفَّارٌ اُولٰٓـئِكَ عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةُ اللّٰهِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ۝ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ۝ (بقرہ۔161 تا 162)

ترجمہ! ''جو لوگ کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ایسوں پر اللہ کی، فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت۔وہ ہمیشہ اس لعنت میں گرفتار رہیں گے۔اُن سے نہ تو عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت ملے گی۔''

اسی طرح کے بے بصر اور بے بصیرت انسانوں کے لئے حکیم الامت حضرت اقبال شکوہ کناں ہوئے:

یہی آدم ہے سلطاں بحر و بر کا
کہوں کیا ماجرا اس بے بصر کا
نہ خُود بیں نے خُدا بیں نے جہاں بیں
یہی شاہکار ہے تیرے ہُنر کا؟

(اقبال)

فیض نظر

اللہ تعالیٰ نے انسان کو سماعت و بصارت اور دل و دماغ جیسی اعلیٰ صلاحیتوں سے نواز کر حیات ارضی کی تربیت گاہ میں اِسی لئے بھیجا کہ یہاں اُن کے اپنے وجود کے اندر اور ارد گرد کی کائنات میں پھیلی ہوئی اپنے خالق کی آیات پر تدبر و تفکر کرے تا کہ اللہ تعالیٰ کے جس بے پردہ حسن کو یوم الست دیکھا تھا اِسے دنیا میں صفات کے پردوں میں چھپا دیکھ کر اسے پہچان لے اور اس کے قرب و رضا کے حصول کیلئے جادہ پیما ہو جائے۔ حضرت بوعلی قلندرؒ کی ایک رُباعی میں انسان کی روح اپنی اہمیت یوں بیان کرتی ہے۔

آفریدہ حق مرا از نُورِ ذات
تاشناسم ذاتِ اُورا از صفات
چوں کشائی چشم اے اہل یقیں
ہر طرف تاباں جمال یار بیں

''اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی ذات کے نور سے پیدا کیا تا کہ میں صفات کے اندر چھپی ہوئی اس کی ذات کو پہچان سکوں۔ اے اہل یقیں تم سچی طلب سے آنکھیں کھول کر دیکھوتو ہر طرف جمالِ یار کے جلوے دکھائی دیں گے''۔

انسانی روح کے اندر عہد الست کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبت کا بیج بو دیا گیا۔ اور اللہ کے دیدار کی جستجو دل میں پیوست کر دی گئی۔ لیکن حیاتِ ارضی کی فضا اور مادی لذات کا شوق اس جذبہ صادقہ کو زنگ آلود کر دیتا ہے۔ اِس لئے کسی مردِ کامل کی ضرورت ناگزیر ہوتی ہے جو دل کے زنگ کو دور کر کے انسان کے اندر مقصدِ حیات کا شعور پیدا کر کے اِسے اللہ تعالیٰ کی محبت کے صراطِ

مستقیم پر ڈال دے۔اس لئے اِس مبارک ترین کام کا آغاز حضور رحمت اللعالمین ﷺ نے کیا۔ قرآن کریم میں چار مقامات پر آپؐ کے منصبِ رسالت کے فرائض یکساں الفاظ میں بیان ہوئے ہیں۔اِن میں سے صرف ایک آیت مبارکہ لکھی جارہی ہے۔

☆ كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلاً مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَo

(البقرہ۔151)

ترجمہ:۔ ''جس طرح ہم نے تم میں تمہیں میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں۔اور ایسی باتیں بتاتے ہیں جو تم پہلے نہیں جانتے تھے''۔

چنانچہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات وشئوُن بیان فرمائیں جو کسی نے بیان نہیں کی تھیں۔اور نورِ نبوت کے فیض سے اہلِ ایمان کے دلوں کا زنگ دور کر دیا۔ان کو کتاب اور حکمت کی ایسی تعلیم دی کہ وہ دنیا کے رہبر بن گئے۔وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے اس مقام پر فائز ہو گئے کہ کوئی غیر صحابی چاہے کتنی عبادت کیوں نہ کرے ان کی برابری نہیں کر سکتا۔اللہ تعالیٰ ان سے من حیث الجماعت راضی ہو گیا۔

علامہ اقبالؒ نے بھی فیضِ صحبت کے بارے میں فرمایا۔

می نہ روئید تخم دل از آب و گِل
بے نگاہے از خداوندانِ دِل

''دلوں کے اندر جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا بیج ڈالا گیا ہے وہ صرف پانی اور مٹی سے نہیں اُگتا۔ بلکہ اِس کیلئے اہلِ دِل مردانِ حق کی نگاہوں کا فیض درکار ہوتا ہے''۔

ایک دوسری رُباعی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو تمثیلاً بیان کرتے ہوئے لکھا۔

دم عارف نسیم صبح دم ہے
اِسی سے ریشہ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

''ایک عارف کا وجود دلوں کی نشو ونما کیلئے نسیم سحری کا سا اثر رکھتا ہے۔اس کے فیض ہی سے اللہ تعالیٰ کی جستجو اور اسکے دیدار کے ذوق کو تازگی ملتی ہے۔اگر حضرت شعیب علیہ السلام جیسا کوئی مرد کامل مل جائے تو بھیڑ بکریوں کی رکھوالی کرنے اور کلیم اللہ بننے میں دو قدم کا ہی فاصلہ ہوتا ہے مولانا رومؒ نے اپنی زندگی کا تجربہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

مولوی ہر گز نہ شُد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شُد
صحبت از علم کتابی خوشتر است
صحبت مردانِ حُر آدم گر است

علامہ اقبال کا ایک اور شعر بھی اِس ضمن میں یاد آ گیا! وہ یہ ہے۔

بادِ نسیم کی موج سے پرورش خار و خس
میرے نفس کی موج سے پرورش آرزو

اللہ تعالیٰ کی محبت کا بیج پھوٹ پڑے یا دِل میں آرزوئے دیدار کا چراغ روشن ہو جائے تو پھر کثرت ذکر پر زور دیا جاتا ہے۔کیونکہ ذکر کی کثرت ہی سے سلامتی ایمان، دلوں کا اطمینان اور قُربِ الٰہی کا سامان ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں بیسیوں آیات کے ذریعے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اور لیٹے ہوئے بھی اللہ کا ذکر کرو۔سورۃ احزاب میں فرمایا کہ **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ذْکُرُوْا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًاo** اے اہل ایمان اللہ کا ذکر کثرت سے کرو۔ذکر کے علاوہ کسی دوسری عبادت کو کثرت سے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا کیونکہ ذکر ہی سے

دل کی صفائی اور توانائی ہے۔ اللہ کے ذکر کی برکت ہی سے دلِ بیدار اور اللہ کا دیدار ملتا ہے اور یہی غایتِ حیات ہے۔

دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کراری
مِسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دِل کی بیداری
دلِ بیدار پیدا کر، کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری نہ میری ضرب ہے کاری

(اقبال)

اِسی لئے اہلِ ایمان کو تاکید کی گئی ہے کہ مال و اولاد کی محبت کہیں تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے۔ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کے قرب کی راہ میں آگے بڑھنا ہے تو ذکر میں کوتاہی خسارے کا باعث بنے گی۔

☆ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ○ (منافقون۔9)

ترجمہ: ''اے اہلِ ایمان تمہارا مال اور اولاد تم کو اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے۔ اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ خسارہ اُٹھانے والے ہیں''۔

☆ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○ (حشر۔19)

ترجمہ: ''اور ان لوگوں جیسا نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ وہ خود اپنے آپ کو بھول گئے۔ یہ بدکردار لوگ ہیں''۔

اِس لئے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے کردار کے سچے طالب ''جو دم غافل سو دم کافر'' کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ''پاس انفاس'' کا اہتمام کرتے ہیں۔ پاس انفاس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی سانسوں پر پہرہ لگا دو کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر آئے نہ باہر جائے۔ ایسے ہی

لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازتے ہیں۔حضور نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے۔

☆ مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَهٗ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ○

''جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرے تو اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا تو اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا''۔

اور جو مخلص لوگ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی آرزو رکھتے ہیں اِن کیلئے خاص پیغام یہ ہے۔

☆ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا○ (کھف۔110)

ترجمہ''جو شخص اپنے رب سے ملاقات کا خواہاں ہو تو اِسے چاہئے کہ عمل نیک کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ بنائے''۔

اعمال صالحہ تو بہت سے ہیں۔مختصراً یہ کہ قرآن کریم میں جتنے باتوں کے کرنے کا حکم ہے انہیں کرنا اور جن باتوں سے رُکنے کا حکم ہے اِن سے رُکنا ہی صالح زندگی کا منشور ہے اور دوسری اہم بات اِس سلسلہ میں یہ فرمائی کہ عقیدہ توحید پر چٹان کی طرح جمے رہو اور کسی بھی ہستی کو کسی بھی حیثیت سے اللہ کا شریک نہ جانو۔

اِنسانوں کے ساتھ بے پایاں محبت کرنے والے رحیم و کریم آقا نے اپنے قرب اور دیدار کی سچی تڑپ رکھنے والوں کیلئے قرآن کریم میں جگہ جگہ اُمید کے چراغ روشن کر رکھے ہیں جیسا کہ:

☆ يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ○

ترجمہ!''اے انسان تو اپنے رب کی طرف پہنچنے میں خوب کوشش کر رہا ہے سو اِس سے جا ملے گا''۔ (انشقاق۔6)

☆ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ○ (عنکبوت۔69)

ترجمہ: ''جو لوگ ہماری ذات کے قرب میں جدوجہد کریں گے ان کیلئے ہم اپنی راہیں کھولتے جائیں گے اور بے شک اللہ محسنین یعنی اہل احسان کے ساتھ ہے''۔

اللہ تعالیٰ کے سچے فقیر ان چراغوں کی روشنی میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں وہ نہ بائیں ہاتھ والوں میں ہونگے نہ دائیں ہاتھ والوں میں بلکہ سورۃ واقعہ کے مطابق مقربین میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ان کی باتوں سے بھی یار کی خوشبو آتی اور دل نئی زندگی پاتے ہیں۔

حضرت سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں۔

نہ میں عالم نہ میں فاضل، نہ مفتی نہ قاضی ھُو
نہ میں ترہے روزے رکھے، نہ میں پاک نمازی ھُو
نہ دِل میرا دوزخ منگدا ، نہ شوق بہشتیں راضی ھُو
باجھ وصال اللہ دے باھُو ایہہ سب کوڑی بازی ھُو

اِسی طرح حکیم الامتؒ نے یہ پیام دیا۔

در دشت جنونِ من جبریل زبُوں صیدے
یزداں بکمند آور اے ہمتِ مردانہ

اوپر جو آیات مبارکہ بیان ہوئیں اور اللہ والوں کے جو اشعار لکھے گئے سب کا اشارہ ایک ہی سمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں تمام تر تقویٰ و پرہیزگاری، عبادات و مراقبات، تزکیہ نفوس اور تصفیہ قلوب کا مقصد وحید اللہ تعالیٰ کے قرب اور اسکے دیدار کا حصول ہے۔

کمالِ زندگی دیدارِ ذات است
طریقش رُستن از بند جہات است

(اقبال)

موسیٰ علیہ السلام نے کیا دیکھا

1۔ بڑا اعتراض

اللہ تعالیٰ کے اس دنیا میں دیدار میسر آنے کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ اُٹھایا جاتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر نے اللہ تعالیٰ سے یہ گذارش کہ کہ مجھے اپنا جلوہ دکھائیں تا کہ میں آپ کو دیکھوں تو جواب ملا کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ یقیناً قرآن کریم میں یہ بات اِسی طرح لکھی ہوئی ہے اور ہمارے سر اللہ تعالیٰ کے ہر فرمان کے سامنے عاجزی سے خم ہیں۔ چونکہ یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبری عطا ہونے کے کافی دیر بعد پیش آیا اِس لئے ہم بھی اِس کی تشریح بعد میں کریں گے۔ ہم اس بات کو وہاں سے شروع کرتے ہیں جب موسیٰ علیہ السلام مدین میں کچھ عرصہ گذارنے کے بعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ اپنے وطن مصر جا رہے تھے۔ شام ہوگئی تو رات گذارنے کی فکر ہوئی۔ کہ یا تو کوئی ٹھکانا مل جائے یا آگ جلانے کا انتظام ہو جائے تا کہ رات کی ٹھنڈ سے آرام پائیں۔ چنانچہ آپ کو ایک جگہ آگ جلتی ہوئی دکھائی دی۔ قارئین کرام! وہ آگ آپ نے سر کی آنکھوں سے دیکھی۔ آگے جو واقعات پیش آئے وہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب سے پیش کریں گے۔ آپ ذرا ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور سمجھتے ہوئے آگے بڑھیں تا کہ قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق آپ کے سامنے روشن ہو جائیں۔ یہ واقعہ تین مختلف سورتوں میں بیان کیا گیا ہے اور ہم اِسی ترتیب کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

☆ **فَلَمَّا اَتٰهَا نُوْدِيَ يَا مُوْسٰىؕ o <u>اِنِّيْۤ اَنَا رَبُّكَ</u> فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى o وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى o <u>اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ</u> o** (طٰہٰ۔11 تا 14)

ترجمہ'' جب وہاں پہنچے تو آواز آئی کہ موسیٰ <u>میں تو تمہارا رب ہوں</u> تو اپنی جوتیاں اُتار دو۔ تم

پاک میدان طویٰ میں ہو۔ اور میں نے تم کو انتخاب کر لیا ہے۔ تو جو حکم دیا جائے اِسے سنو۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو میری عبادت کرو اور میری یاد کیلئے نماز قائم کرو۔

☆ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا جَاۗءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (نمل۔7تا9)

ترجمہ:۔ ''جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے۔ میں وہاں سے پتہ لاتا ہوں یا سلگتا ہوا انگارا تمہارے پاس لاتا ہوں تا کہ تم تاپو۔ جب موسیٰؑ اُس کے پاس آئے تو ندا آئی کہ وہ جو آگ میں ہے بابرکت ہے اور وہ جو آگ کے اِردگرد ہے اور اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے پاک ہے۔ اے موسیٰ میں ہی ہوں اللہ غالب اور دانا''۔

☆ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّىْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (قصص۔29تا30)

ترجمہ: ''موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو مجھے آگ نظر آئی ہے۔ شاید میں وہاں سے رستے کا کچھ پتہ لاؤں یا آگ کا انگارا لے آؤں تا کہ تم تاپو۔ جب اِس کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت میں سے آواز آئی کہ موسیٰ میں اللہ رب العالمین ہوں''۔

اُوپر دی گئی قرآن پاک کی آیات اور ان کا ترجمہ پڑھنے سے سب سے پہلے تو یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ سارا منظر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ دوسری بات یہ کہ

یہ مشاہدہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی ذات کا نہیں تھا کیونکہ اِس کے بارے میں ارشاد ہے کہ نگاہیں اس کا ادراک ہرگز نہیں کر سکتیں۔ کیونکہ ذات بحت رنگوں اور صفات سے پاک ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے انسانی آنکھوں کی اہلیت اور برداشت کے مطابق اپنا صفاتی جلوہ بصورت آگ دکھلایا۔ لیکن ہم یہ ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کو نہیں دیکھا۔ اوپر دی گئی آیات مبارکہ میں ہر مرتبہ یہ ارشاد ہوا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اِس آگ والی جگہ کے قریب پہنچے تو اس جلوہ خداوندی نے اپنا تعارف وضاحت سے کرایا تا کہ موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو جائے کہ اِنکے سامنے آگ کا بگولا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں اور اس صفاتی جلوہ کے اندر اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مجھ سے ہمکلام ہے۔ تینوں سورتوں میں اللہ تعالیٰ کے الفاظ خط کشیدہ ہیں اور اللہ نے خود یوں فرمایا۔

☆ بے شک میں ہی ہوں تیرا رب۔ آپ اپنے جوتے اُتار دیں۔ بے شک میں ہوں اللہ میرے سوا کوئی اِلٰہ نہیں اور مجھے یاد رکھنے کیلئے نماز قائم کرو۔

☆ اے موسیٰ بے شک میں ہوں اللہ زبردست اور حکمت والا۔

☆ بلاشبہ میں ہوں اللہ ربُّ العالمین۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اپنے کہے ہوئے ان الفاظ کے بعد مزید کسی تشریح یا تاویل کی ضرورت نہیں رہتی اور نہ ہی کوئی معقول انسان اس حقیقت سے انکار کر سکتا ہے کہ یہ اللہ ہی کا دیدار تھا۔ علامہ اقبال اِسی طرح کے صفاتی جلوہ کے لئے التجا کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

لَنْ تَرَانِیْ

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ وادی طویٰ میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا دیدار ظاہری آنکھوں سے کیا تھا۔ اور وہاں آپ کو رسالت ملی اور معجزات بھی عطا ہوئے۔

ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی التجا پر نبوت دی اور آپ کا وزیر بنایا اور فرعون کی طرف جانے کا حکم ملا۔اب کچھ وقت گذر جانے کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام نے گذارش کی کہ اللہ آپ میرے سامنے آئیں تاکہ آپ کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کروں تو جواب ملا کہ تم ہر گز مجھے نہیں دیکھ سکتے۔اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلے تو بغیر کسی طلب اور التجا کے اتنی ساری نعمتوں سے نواز دیا اور اب وہی پیارا رسول دیدار کیلئے التجا کر رہا ہے تو کیوں صاف انکار کر دیا؟ کیا پہلے آپ میں دیدار کی اہلیت تھی اور اب نہیں رہی یا پہلے والے دیدار اور اس دیدار کی نوعیت میں کوئی فرق تھا۔پہلی بات تو درست نہیں ہو سکتی۔البتہ یہ بات یقیناً درست ہے کہ دیدار کی نوعیت میں بنیادی فرق تھا ورنہ اس طرح انکار نہ کیا جاتا۔

اِن دو مختلف احوال کی مطابقت یوں ہو سکتی ہے کہ پہلے تو انہوں نے آگ میں اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی جلوہ ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا۔اب پیغمبر ہونے کے کچھ عرصہ بعد وہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بحت یعنی اس کی حقیقت کو دیکھنا چاہتے تھے جو پاک ہے تمام صفات اور رنگ و بو سے۔اور دیکھنا بھی چاہتے تھے مادی آنکھوں سے۔اسی واسطے جواب ملا۔"**لَنْ تَرَانِی**"اب یہ مشہور آیت اور اس کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

☆ **وَلَمَّا جَاءَ مُوسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَ کَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ قَالَ لَنْ تَرٰنِیْ وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَکًّا وَّ خَرَّ مُوسٰی صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ**o

(اعراف۔143)

ترجمہ:"اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کئے ہوئے وقت پر پہنچے اور ان کے رب نے اُن سے کلام کیا تو کہنے لگے کہ اے میرے رب مجھے جلوہ دکھا کہ میں تیرا دیدار بھی دیکھوں۔اللہ نے فرمایا تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے۔ہاں پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اگر یہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم مجھ کو دیکھ سکو

گے۔ جب ان کے رب نے پہاڑ کیلئے اپنے نور کو بڑھایا تو تجلی انوارِ ربانی نے اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے کہ تیری ذات پاک ہے۔ میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔ اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے اول ہوں''۔

مادی جہان اور قلب انسان

اِس آیت مبارکہ کی تشریح کیلئے ہمیں مادی جہان اور قلب انسان کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ کی تخلیق میں مادی عالم اسفل سافلین یعنی کثیف ترین ہے۔ لطافت کے لحاظ سے اس کے اوپر عالم مثال، عالم امر اور ان کے اوپر عرش ہے۔ اور عرش کے وسط میں جہاں لطافت کا کمال ہے قرار گاہِ ذاتِ بحت ہے۔ تو اس لطیف ترین ذاتِ باری کی تجلیات کو کثیف ترین مادہ بھلا کیونکر برداشت کر سکتا ہے۔ چنانچہ مادہ کی اِس حیثیت کو قرآن کریم میں سورۃ الاحزاب کی آیت 72 میں واضح کر دیا گیا ہے جس کا ترجمہ اس طرح ہے۔

ترجمہ: ''ہم نے امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو اُنہوں نے اس کو اُٹھانے سے انکار کیا اور اِس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اُٹھا لیا۔ بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا''۔

یہ امانت اللہ تعالیٰ کی محبت کی تھی جسے مادی دنیا نے اُٹھانے سے انکار کر دیا اور اِس کی ذمہ داریوں اور ناکامی کی صورت میں عواقب سے ڈر گئے۔ تو پھر کون آگے بڑھا جس نے بارِ امانت کو اُٹھا لیا وہ انسان تھا۔ جو اِس وقت مادہ کے غلاف یا جسم میں لپٹا ہوا ہے۔ وہ اصل انسان جس کے اندر ''**نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِيْ**'' کے ذریعے اللہ نے اپنی روح کا فیض ڈالا اور اسکے سامنے ملائکہ بھی سرنگوں ہو گئے۔ اپنے آپ کو ''محرمِ رازِ درونِ میخانہ'' کہنے والا شاعرِ مشرق کہتا ہے۔

نالندہ ترے عُود کا ہر تار ازل سے
تو جنسِ محبت کا خریدار ازل سے

اللہ تعالیٰ یہی حقیقت موسیٰ علیہ السلام کو دکھانا چاہتے تھے کہ میری ذات کی تجلیات کو مادے کا کوئی مظہر برداشت نہیں کرسکتا چاہے وہ پہاڑ ہو یا انسان کے مادی جسم کے ظاہری حواس ہوں۔ چونکہ پہاڑ مادی دنیا میں مضبوطی کی علامت سمجھا جاتا ہے جس کے مقابلہ میں انسانی جسم تو کچھ بھی نہیں اِس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم پہاڑ کی طرف دیکھو۔ اگر یہ ہماری تجلّی کو برداشت کرسکا تو پھر تمہارے مادی حواس بھی مجھے دیکھ سکیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کیلئے معمول کے انوار میں ذرا سا ہی اضافہ کیا تو وہ ریزہ ریزہ ہوکر ہموار ہوگیا۔ مادی پہاڑ کا یہ حشر دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کے مادی حواس بھی اپنا ہوش کھو بیٹھے۔ اِس حواس کی معطّلی اور بے ہوشی کی کیفیت میں آپ کے دل کی آنکھ یقیناً کھل گئی اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ کرلیا اور آپ پر یہ حقیقت کھل گئی۔

ارض و سماء کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

ایک حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں دنیا کی کسی چیز میں نہیں سماتا لیکن مومن کا دل ایسا ہے کہ میں اُس میں سماجاتا ہوں۔ یہ شعر اسی خیال کی ترجمانی کرتا ہے۔

پہاڑ کیلئے ذاتی تجلیات کو برداشت کرنا تو بہت دور کی بات ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے کلام کے انوار کو نہیں سہار سکتا۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے!

☆ **لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۔ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ○**

(حشر۔21)

ترجمہ: ''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے اور یہ باتیں ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور کریں''۔

یعنی اِس بات پر غور کریں کہ پہاڑ کے مقابلہ میں میرے رسول ﷺ کے قلب مبارک کی کتنی ہمت اور برداشت ہے جس پر قرآن کا نزول ہوتا ہے اور نزول وحی سے اس کے اندر کتنی بڑی

روحانی طاقت اکٹھی ہو رہی ہے جو سنگدل لوگوں کے دلوں کو موم کر کے رکھ دے گی۔

اب اوپر دی گئی آیت مبارکہ کے باقی حصہ کی تشریح اس طرح ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے تو سب سے پہلے یہ کہا۔ **سُبْحٰنَكَ** یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدارِ ذات پر شکر ادا کرتے ہوئے اس کی ذات کی تسبیح کی کہ اے اللہ تو ہر خامی، کمی، رنگ و بو اور صفات سے پاک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں خود فرمایا: **سُبْحٰنَ اللّٰهِ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ** ۔ کہ اللہ کی ذات ان تمام خیالی نقشوں سے جو تم اس کے بارے میں بناتے ہو اور ان صفات سے جو اس کے بارے میں بیان کرتے ہو پاک ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی: ''**تُبْتُ اِلَيْكَ**'' کہ میں آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔ اس غلط تقاضے سے یا اُس التجا سے جو میں نے آنکھوں سے تیری ذات کا مشاہدہ کرنے کے لئے کی۔

تیسرا کلمہ یہ فرمایا کہ ''**وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ**'' o یعنی میں ایمان لانے والوں میں سب سے اول ہوں کہ اب میں نے دل کی آنکھ سے تیری ذات کا دیدار کر لیا ہے اور مجھے ایمان کا اعلیٰ ترین مقام حاصل ہو گیا ہے اور اب میں دوسروں کو بھی پوری قوتِ ایمانی کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دونگا۔ اس واقعہ کے بعد پھر آپ نے کبھی دیدار کیلئے سوال نہیں کیا۔

دیدار کے بارے میں خط وکتابت

1:۔کوئی پندرہ برس پہلے ایک ریٹائرڈ سول آفیسر جن کا نام اس وقت ذہن میں نہیں آ رہا ہے وہ نوائے وقت اخبار میں اسلامی جوش وجذبہ سے بھرپور کالم لکھا کرتے تھے۔میں انہیں بڑے شوق سے پڑھا کرتا تھا۔ایک مرتبہ اتفاق سے ان کالم میں ان کا کیولری گراؤنڈ لاہور کا ایڈریس بھی لکھا ہوا تھا۔میں نے ایک خط کے ذریعے ان کے جذبات کی تعریف کی اور سلسلہ توحیدیہ کا کچھ لٹریچر بھی ارسال کردیا۔اس پر انکا ایک طویل خط آیا۔جس میں انہوں نے اپنے بارے میں کافی کچھ بتایا اور یہ بھی لکھا کہ میرا باپ مجھے مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مدرسے تھانہ بھون میں چھوڑ آیا تھا۔لیکن میں وہاں سے بھاگ آیا اور سول سروس میں شامل ہوگیا اور اس کے ماحول میں کھوگیا۔بعد میں مجھے علامہ عنایت اللہ مشرقیؒ ،مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ،غلام جیلانی برق وغیرہ کی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو دین کی کچھ روشنی ملی۔ویسے علامہ اقبال کا میں بہت مداح ہوں۔ آجکل میں نے کتابوں اور اخباروں کا پڑھنا بند کر رکھا ہے لیکن تعجب ہے کہ آپ کی کتابیں میں نے ساری پڑھ لیں۔ان میں جو اللہ کے دیدار کی بات لکھی ہوئی ہے میں اس سے متفق نہیں ہوں۔جو خدا انسان کی کھوپڑی میں سماجائے میں اسے خدا نہیں مانتا۔اس طرح کی اور بھی کئی باتیں لکھی تھیں جو آجکل کے مغربی تعلیم یافتہ اور خوشحال طبقہ کا خاصہ ہیں۔میں نے یہ سوچ کر کہ چلو ایک متحرک اور مثبت سوچ والے پڑھے لکھے بھائی سے رابطہ ہوا ہے تو ان سے علمی بات چیت آگے بڑھائی جائے۔چنانچہ ان کے ساتھ کوئی دو ماہ تک بڑی دلچسپ خط وکتابت ہوتی رہی اور یہ قلمی دوستی قلبی دوستی میں بدل گئی۔ان خطوط کے چند اہم نکات جو اس وقت مجھے یاد ہیں ان سے آپ کو بھی آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔مجھے اُمید ہے کہ آپ بھی محظوظ ہونگے۔

2:۔آپ کے پہلے خط کے جواب میں راقم الحروف نے یہ لکھا کہ آپ نے اتفاق سے ان علماء کی کتابیں پڑھیں جنہیں صوفیاء کرام خشک ملا گردانتے ہوں ان کی تفاسیر پڑھنے کی وجہ ہی سے آپ دیدار الٰہی کے قائل نہیں ہیں۔کاش آپ نے حُجۃ الاسلام امام غزالیؒ، شیخ اکبر محی الدین

ابن عربیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور قافلہ عشق کے سالار مولانا رومیؒ کو پڑھا ہوتا تو آپ کا نکتہ نظر یقیناً مختلف ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کھوپڑی کے بارے میں مطمئن ہیں کیونکہ کھوپڑی اور دیگر حواس ظاہری مادی دنیا کے لئے دئے گئے ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار ممکن ہی نہیں۔ ہماری یہ مادی دنیا اللہ تعالیٰ کی صفات کا اظہار ہے اور یہاں ذات، صفات کے پردوں میں چھپی ہوئی ہے۔ انسانی روح جو روز ازل، عہد الست کے وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ کر کے اور اس کے ساتھ ہم کلامی کا شرف حاصل کر کے اسے اپنا رب تسلیم کر چکی ہے۔ اب یہاں اس کی اہلیت کا امتحان ہے کہ چار سو اور اس کے جسم کے اندر ان گنت آیات یعنی نشانیوں سے اپنے محبوب کو پہچاننے میں کامیاب ہوتی ہے یا کافر بن کر خاسر ونا کام۔

اس شعور کا بیدار ہو جانا انسان کی سعادت کی ابتداء ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان اور محبت کے لئے بنایا تا کہ میں اس کا بندہ بن جاؤں۔ اس نے مجھے احسن تقویم یعنی بہترین ظاہری وباطنی صلاحیتوں دے کر اسفل سافلین یعنی پست ترین حالت میں ڈال دیا گیا ہے۔ اب مجھے دنیا کے متاع غرور سے بچتے ہوئے اپنے رب اللہ کی طرف اپنی پرواز کو ہر لحظہ نئی آن اور نئی شان کے ساتھ جاری رکھنا ہے۔ یہی زندگی ہے یہی اس کی غایت ہے اور یہی انسان کا امتحان ہے۔ علامہ اقبالؒ اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

1۔ سمجھتا ہے تُو راز ہے زندگی
فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی

2۔ نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کیلئے
جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کیلئے
مقامِ پرورش آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گُل کے لئے ہے نہ آشیاں کیلئے

جب انسان کے اندر کسی مرد کامل کے فیض کے طفیل اللہ تعالیٰ کی محبت بیدار ہو جائے تو پھر اسے اللہ تعالیٰ سے دوری کا احساس گھیر لیتا ہے جو اسے حضوری اور قرب کے راستے پر گامزن

کر دیتا ہے۔ **لِقَاءُ اللّٰہ** کے آرزو اور اپنی منزل کے یقین سے انہیں جو **قوتِ** پرواز ملتی ہے اس کے بارے میں علامہ فرماتے ہیں۔

1۔ جب اس انگارہ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوح الامیں پیدا

2۔ عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

3۔ کھولی ہیں ذوق دید نے آنکھیں تیری اگر
ہر راہگذر میں نقش کفِ پائے یار دیکھ

4۔ خُدا اگر دلِ فطرت شناس دے تجھ کو
سکوتِ لالہ وگُل سے کلام پیدا کر

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

2:۔میرے دوست نے اگلے خط میں لکھا کہ علامہ اقبال کے کلام سے اپنے موقف کی تائید میں جو کچھ راقم نے لکھا وہ انکے لئے ایک انکشاف تھا لیکن قرآن کریم میں جو لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ جب اتنے بڑے پیغمبر اللہ کو دیکھنے کے قابل نہ تھے تو پھر دوسرا کوئی انسان کیسے اللہ کو دیکھ سکتا ہے؟

اس پر راقم نے یہ لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ظاہری آنکھوں اور دل کی آنکھ کی صلاحیت میں فرق ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے غلط فہمی کو فروغ ملا۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبری عطا ہوئی تو انہوں نے آگ کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی صفاتی جلوہ کا دیدار کیا۔ اور کیا بھی سر کی آنکھوں سے۔ قرآن کریم کے الفاظ کے مطابق اس جلوہ سے یہ صدائیں آئیں کہ: ''بے شک میں ہوں اللہ۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تیرا رب ہوں۔ مجھے یاد رکھنے کے لئے نماز قائم کرو' اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بعد کون یہ جرأت کر سکتا ہے کہ کہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہوا۔ ہاں یہ حقیقت ہے کہ ظاہری آنکھوں سے صرف صفاتی

جلوہ ہی کو دیکھا جاسکتا ہے۔لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ظاہری آنکھوں سے اللہ کی ذات کا دیدار کرنے کے لئے التجا کی تو اسے ٹھکرا دیا گیا کیونکہ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں۔اللہ کی ذات کے دیدار کے لئے دل بینا چاہیئے کہ آنکھ کا نور دل کا نور نہیں۔

3:۔ایک خط میں میرے اس بھائی نے یہ لکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے مروی ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کو دیکھا وہ جھوٹ کہتا ہے۔اس لئے بہت سے علماء اسی نظریہ کے قائل ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے بھی اللہ کا دیدار نہیں کیا۔آپ دل بینا کے بارے میں قرآن وحدیث سے کوئی ثبوت پیش کریں۔

پہلے ہم دل کے بارے میں دل کی بات کرتے ہیں۔روحانی قلب جس کا مقام جسمانی قلب یا دل ہے وہ دیکھتا بھی اور اندھا بھی ہوجاتا ہے۔

☆مَاکَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰی٥(النجم۔11)

ترجمہ!''جو کچھ دل نے دیکھا اسے اس نے جھٹلایا نہیں۔''

☆فَاِنَّھَا لَاتَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَیَ الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ٥(الحج۔46)

ترجمہ!''بے شک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینے کے اندر ہیں وہ اندھے ہوجاتے ہیں۔''دلوں کے بارے میں یہ بھی جان لیں کہ کچھ دل اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور کچھ ذکر سے غافل ہوتے ہیں۔

☆ اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰباًمُّتَشَابِھاً مَّثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْہُ جُلُوْدُالَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ ثُمَّ تَلِیْنَ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ھُدَ اللّٰہِ یَھْدِیْ بِہٖ مَن یَّشَاءُ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَالَہٗ مِنْ ھَادٍ٥(الزمر۔23)

ترجمہ!''اللہ نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں۔یعنی کتاب جس کی آیتیں باہم ملتی جلتی ہیں اور دُہرائی جاتی ہیں۔جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے رونگٹے

کھڑے ہو جاتے ہیں ۔پھران کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ۔

☆وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًاo (کہف 28)

ترجمہ! ''اور جس شخص کے دِل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور اسکا کام حد سے بڑھ گیا ہے اس کا کہا نہ ماننا۔''

اگر چہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور مادی دنیا سے رابطے اور تسخیر کے لئے اسے مادی حواس بھی عطا کئے ۔لیکن خصوصی اعزاز کے طور پر اپنی روح کا فیض بھی اس کے اندر القاء کیا جس سے وہ نہ صرف دیکھنے اور سننے والا بن گیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی صلاحیت بھی اسے حاصل ہو گئی حکیم الامت تو چاہتے ہیں کہ ہر انسان اپنے آپ کو جانے، اپنی منزل پہچانے اور اللہ کی طرف محو پرواز ہو جائے ۔

ہے ذوق تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل تو نرا صاحب ادراک نہیں ہے

اب ہم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف منسوب بیان کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہیں گے ۔مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے سورۃ النجم کے حاشیہ پر لکھا کہ اس صورت کی ابتدائی آیات کے بارے میں جمہور علماء متفق ہیں کہ ان میں حضور نبی کریمؐ کا حضرت جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں دیکھنے کا ذکر ہے نہ کہ دیدار باری تعالیٰ کا۔اسلئے حضرت عائشہ کا بیان انہی آیات کے بارے میں ہے ۔ابن کثیر نے مجاہد سے جو ابن کثیر کے اخص اصحاب میں سے ہیں یہ نقل کیا ہے کہ حضورﷺ نے اپنے رب کو قلب سے دیکھا ۔لیکن جیسا کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (النجم 17) سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ روایت صرف قلب ہی سے نہیں بلکہ قلب اور بصر دونوں سے ہوئی اس لئے ابن عباس نے طبرانی کی بعض روایات میں فرمایا۔

''رَاٰهُ مَرَّتَيْنِ مَرَّةً بِقَلْبِهٖ وَمَرَّةً بِبَصَرِهٖ۔''

ترجمہ! ''یعنی حضورﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا۔ایک مرتبہ قلب سے ایک مرتبہ آنکھوں سے''

پیر کرم شاہ صاحب تفسیر ضیاء القرآن جلد پنجم سورۃ النجم کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

ا۔امام نووی کا قول ہے کہ معراج کی شب رویت باری تعالیٰ کے نہ ہونے کے بارے میں کوئی حدیث مرفوع نہیں ہے۔

ب۔علامہ سید محمود آلوسی بغدادی دیدار الٰہی کے بارے میں اپنی ذاتی رائے یوں بیان فرماتے ہیں۔''میں کہتا ہوں کہ سرور عالمؐ اپنے رب کریم کے دیدار سے مشرف ہوئے اور حضورؐ کو قرب الٰہی نصیب ہوا لیکن اسطرح جیسے ان کی شان کبریائی کے لائق ہے۔''

ج۔حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے جب دریافت کیا جاتا کہ حضورﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا؟ تو آپ جواب میں فرماتے:

''رَاٰہُ رَاٰہُ حَتّٰی یَنۡقَطِعُ نَفۡسَہٗ''(روح المعانی)

''ہاں حضورﷺ نے اللہ کو دیکھا۔اللہ کو دیکھا۔یہ جملہ اتنی بار دہراتے کہ آپ کا سانس ٹوٹ جاتا۔''

اِسی طرح مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ بھی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دولت سرمدی سے آپ کو نوازا۔پس حضورﷺ نے اللہ کو دیکھا۔

اب دو احادیث مبارکہ سماعت فرمایئے:

(1) حضرت ابو ذرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ سے دریافت کیا گیا۔

هَلۡ رَأَیۡتَ رَبَّکَ قَالَ نُوۡرَانِیٌّ اَرَاہُ (مسلم شریف)

''کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا تو حضورﷺ نے فرمایا کہ میں نے نور کی صورت دیکھا تھا''۔

(2) رسول اللہﷺ نے اپنے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آج میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا جس سے میں نے سینہ میں

ٹھنڈک محسوس کی اور اس کے بعد سارا عالم مجھ پر منکشف ہوگیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

اقبال اور رُومی

اپنے دوست کو مزید قائل کرنے کیلئے میں نے لکھا کہ آپ تو علامہ اقبالؒ کے معتقد اور مداح ہیں اور ان کا کلام تو اللہ تعالیٰ کے دیدار اور دیکھنے والے دل کی فضیلت اور عقل کی کم نگاہی سے بھرا پڑا ہے۔ آپ کی تشفی کی لئے اِن کے کلام سے چند شعر لکھ رہا ہوں۔ ان پر غور فرمایئے۔

دلِ بیدار فاروقی، دلِ بیدار کرّاری
مِسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری
دلِ بیدار پیدا کر، کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری

خِرد سے راہرو روشن بصر ہے
خِرد کیا ہے چراغِ راہگذر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغِ راہگذر کو کیا خبر ہے

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدہ دِل وا کرے کوئی
ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو کر بند
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

دِل اگر اِس خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نگاہ توڑ دے آئینہ مہر و ماہ

(اقبال)

آخر میں آپ جیسے متلاشیانِ حق کے قلوب کی تسکین کیلئے حضرت اقبالؒ مریدِ ہندی بن کر، کاروانِ عشاق کے سالارِ راہ اپنے مرشد، پیرِ رومیؒ سے راہنمائی کے طالب ہوتے ہیں۔

مُریدِ ہندی:۔ خاک تیرے نور سے روشن بصر
غایت آدم خبر ہے یا نظر ؟

پیرِ رُومی:۔ آدمی دِید است، باقی پوست است
دید آں باشد کہ دِیدِ دوست است

''اے مرشدِ رومی آپ کے نورِ فیض سے تو اندھی مٹی بھی روشن بصر ہو جاتی ہے آپ یہ حقیقت مجھ پر منکشف فرمائیں کہ انسان کی غایتِ منتہٰی خبر یعنی سننا ہے یا نظر یعنی دیکھنا ہے۔اس پر پیرِ رومیؒ نے فرمایا کہ آدمی کی غایت صرف دیکھنا ہے۔انسان کا جوہر ''دید'' ہی ہے۔باقی سب ڈھانچہ چھلکا یا پوست ہے۔اور اس دید سے مراد دیدِ دوست ہے یعنی اللہ کا دیدار ہے۔

مولانا رُوم نے اِس متنازع اور وسیع مضمون کو صرف دو مصرعوں میں سمیٹ دیا۔اِس لئے اِس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے کہ تمام انبیاء، صدیقین، شہدا اور مقربین نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق ذات کا دیدار کیا اور حضور سید المرسلین، رحمت اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے قرب کے جس مقام پر پہنچے وہاں نہ کوئی پہلے جا سکا نہ بعد میں کوئی جا سکے گا۔

حقیقتِ صراطِ مستقیم

اب اِسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے صراط مستقیم کی حقیقت بیان کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ صراط مستقیم کوئی لکیر یا پگڈنڈی نہیں ہے بلکہ پورے دین کی تعلیم پر عمل پیرا ہوکر اللہ تعالیٰ کے قرب و دیدار کی طرف رواں دواں ہونے کیلئے نورانی شاہراہ کا نام ہے۔ یہی راہ بندوں کو اللہ تعالیٰ سے ملاتی ہے اور اس پر گامزن رہنے کی آرزو، ہر مومن، نماز کی ہر رکعت میں کرتا ہے۔ اِسی شاہراہ پر چلتے ہوئے مخلص بندے اللہ کے مقربین میں شامل ہوجاتے ہیں۔

☆ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَo اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَo (الواقعہ۔10 تا 11)

ترجمہ: ''اور آگے بڑھنے والوں کا کیا ہی کہنا وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں، وہی اللہ کے مقرب ہیں''۔

جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کیلئے خوب جدوجہد کی اور دوسروں سے آگے نکل گئے انہی پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی انعام و اکرام فرمائے اور سب سے بڑی نعمت یعنی اپنے قرب و دیدار سے نوازا۔ اِس امید افزا منظر کی حقیقت سے آشنائی کیلئے آئینۂ قرآن پر نگاہ ڈالتے ہیں۔

روزِ اول جب شیطان نے یہ اعلان کیا کہ میں اولادِ آدم کو بہکاؤں گا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بھی صراط مستقیم کی روشن شاہراہ کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا۔

☆ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌo اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ الْغَاوِیْنَo وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَo (الحجر۔41 تا 43)

ترجمہ: ''اللہ نے فرمایا یہ مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔ جو میرے مخلص ہیں ان پر تجھے

کچھ قدرت نہیں۔ ہاں بد راہوں میں سے جو تیرے پیچھے چل پڑے۔ اور ان سب کے لئے وعدے کی جگہ جہنم ہے''۔

☆ اِنِّی تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّی وَرَبِّکُمْ ط مَا مِنْ دَآبَّۃٍ اِلَّا ھُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّی عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ o (ھود۔56)

ترجمہ:۔''حضرت ھود نے فرمایا کہ میں اللہ پر جو میرا بھی رب اور تمہارا بھی رب ہے، پر بھروسا رکھتا ہوں ۔کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں مگر وہ اسکو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے۔ بے شک میرا رب صراط مستقیم پر ہے''۔

کوئی چاہے مانے یا نہ مانے سب کا رب یعنی مالک و آقا اللہ ہی ہے۔اور جو اللہ کی راہ صراط مستقیم پر چلے گا وہ اللہ کو پالے گا۔کیونکہ اللہ صراط مستقیم پر ہے۔

☆ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ط ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ o (زخرف۔64)

ترجمہ:''حضرت عیسیٰ نے فرمایا بے شک میرا رب بھی اللہ اور تمہارا رب بھی اللہ ہے۔پس اُسی کی عبادت یعنی بندگی کرو یہی صراط مستقیم ہے''۔

اللہ تعالیٰ کے قرب میں پہچانے والا نظام انسانوں کو اللہ کا غلام بنانا چاہتا ہے اس لئے ہر نبی نے یہی تعلیم دی کہ اللہ جو تمہارا رب ہے اس کی بندگی کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔یہی پائیدار، مضبوط اور صحیح دین ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو حکم فرمایا۔

☆ قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰنِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ o (انعام۔161)

ترجمہ:۔''آپ کہہ دیں کہ مجھے میرے رب نے صراط مستقیم پر چلا دیا ہے۔صحیح پائیدار دین جو کہ مذہب یا طریقہ ہے ابراہیم کا جو اللہ کی طرف یکسو تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے''۔

حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں سورۃ یٰسین کی ابتدا میں بھی فرمایا کہ بے شک آپ

مُرسلین میں سے ہیں اور صراطِ مستقیم پر ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ تک پہچانے والی راہ پر ہیں۔امام الانبیاء ہونے کی حیثیت سے اور سید و سردارِ آدم ہونے کے ناطے سے آپ اللہ تعالیٰ کے قرب کے اس مقام پر فائز ہیں جہاں۔

جلتے ہیں جبرائیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو

اَلصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رسُوْلَ اللّٰه
اَلصَّلٰوۃُ والسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حبیبَ اللّٰه

آپ اللہ تعالیٰ کے اِذن اور اسکی عطا کردہ اتھارٹی سے **دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ** کے منصب پر فائز ہیں اور اللہ کے حکم پر اللہ کی محبت کے طلبگاروں کیلئے اعلان فرماتے ہیں۔

☆ **قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ** o (آل عمران۔31)

ترجمہ:۔آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا کے متاعِ غرور اور شیطان کے مکروفریب سے آگاہ کر دیا کہ اِس عارضی دنیا کی دلفریب لذتوں اور سفلی خواہشات میں پھنس کر نہ رہ جانا اصلی زندگی آخرت کی زندگی ہے جو بہتر بھی ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے اور تم سب کو ایک دن اللہ کے سامنے جانا اور اپنے اعمال کا بدلہ پانا ہے۔اپنی اصل منزل جان لو۔

☆ **وَاَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی** o (النجم۔42)

ترجمہ:۔''اور بے شک تجھے اپنے رب کے پاس پہنچنا ہے''۔

اے انسان تیری آخری منزل تیرا رب ہے۔اِس لئے ہر مومن ''منزل ما کبریا اُست'' کو اپنا شعار بنالیتا ہے اور راستہ کی کسی چیز سے دل نہیں لگا تا۔اللہ تعالیٰ کی محبت اور دیدار کی لذت کے سامنے اسے دارین کی نعمتیں ہیچ نظر آتی ہیں۔وہ ماسواء اللہ کی طرف نگاہ ڈالنے کو بھی شرک جانتے ہوئے برابر آگے بڑھتا چلا جا تا ہے۔ایک صوفی بزرگ نے یہی پیغام پنجابی زبان میں دیتے ہوئے فرمایا۔

''غلام فرید میں دوزخ سڑ ساں جے یار ولوں مُکھ موڑاں''

حضرت اقبال نے اس خیال کو یوں باندھا ہے۔ذرا توجہ فرمایئے!

مقام بندہ مومن کا ہے ورائے سپہر
زمین سے تابہ ثریا تمام لات و منات
حریم ذات ہے اِس کا نشیمنِ ابدی
نہ تیرہ خاک لحد، نہ جلوہ گاہِ صفات

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے باہمت بندوں کو مقربین بارگاہ بنانے سے پہلے ان کو طرح طرح کے امتحانوں میں ڈال کر پرکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

☆ **وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ o الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ o اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ**o(بقرۃ۔155 تا 157)

ترجمہ:۔''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے۔اور آپ خوشی سے برداشت کرنے والوں کو اللہ کی خوشنودی کی بشارت سنادیں۔ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہو گئے

اور ہم اِسی کی طرف جانے والے ہیں۔یہی لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی مہربانی اور رحمت ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں''۔

دنیا میں بھی امتحانوں کا انعقاد اِسی غرض کیلئے ہوتا ہے کہ کامیاب ہونے والوں کو اگلے درجوں میں ترقی دی جائے۔اللہ تعالیٰ بھی اپنے قرب و دیدار کے طالبوں پر اس نعمت کی تکمیل کرنے کیلئے پانچ پرچے مقرر کررکھے ہیں۔لیکن اس کے مخلص بندے جواپنی جانیں اوراموال پہلے ہی اللہ کے ہاتھ بیچ چکے ہیں(سورۃ توبہ۔111)ان پر جب بھی ان میں سے کوئی مصیبت اللہ کی طرف سے آتی ہےتو انکا ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ ہم خوداور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سب بھی اللہ تعالیٰ کا ہے۔وہ حقیقی مالک جیسا چاہےتصرف فرمائے ہم اس کی رضا پر دل و جان سے راضی ہیں۔ان کے اس اندازِفکر اورطرزِحیات پر اللہ تعالیٰ اپنی خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے ان پر مزید انوار و برکات کی بارش برسا دیتے ہیں۔حضرت میاں محمدؒ صاحب نے کتنی پیاری بات فرمائی ہے۔

جنہاں دُکھاں تے دلبر راضی اوہناں توں سُکھ وارے
دُکھ قبول محمد بخشا، راضی رہن پیارے

برادران کرام ایک عام انسان کسی طرح بھی ایک نبی کے مقام کونہیں جان سکتا تمام انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے خاص اورمنتخب بندے تھےاوروہ روزِازل ہی نبوت کے منصب پر سرفراز کردیئے گئے تھے۔اپنے اپنے وقت میں وہ دوسرے انسانوں کیلئےنورو ہدایت کا ذریعہ اور داعی اِلی اللہ بنے۔

روزِازل اللہ تعالیٰ کی صدارت میں انبیاء کی ارواح کاخصوصی اجلاس ہوا اوران سے اللہ تعالیٰ نے کچھ عہدلیا اورانبیاء کواِس دُنیا میں وہ عہدیاد رہااوروہ اس پرعمل پیرا بھی ہوئے۔قرآن کریم میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عہدالست کے موقع پرتمام انسانی ارواح کواللہ تعالیٰ نے اپنے دیداراورہمکلامی کے شرف سے نوازا۔موسیٰ علیہ السلام کے دیدار کاواقعہ قرآن کریم میں بڑی

تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ اِس لئے ایسا عقیدہ ہرگز نہیں رکھنا چاہیے کہ حضور سید الانبیاء محمد مصطفٰیﷺ جن کا نور ہر نور سے پہلے تخلیق کیا گیا اور انہی ہی کی خاطر یہ بزمِ کون و مکاں سجائی گئی انہوں نے اللہ کا دیدار نہیں کیا۔

خدارا ذرا سوچیئے کہ ایسا عقیدہ رکھنے سے تو دین کی بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے۔ ایمان میں اولیت تو **اٰمَنْتُ بِاللّٰه** یعنی میں اللہ کی ذات پر ایمان لایا ہوں کی ہے۔ اِس کے بعد تمام ارکان ایمان اللہ تعالیٰ کی نسبت سے ہیں۔ یعنی اُس کے فرشتوں پر، اُس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور اسکی پیدا کردہ حیات آخر پر ایمان لانا۔ اگر اللہ کی ہستی پر ہی یقین کامل نہ ہو تو ایسے ایمان کی کیا قدر و قیمت رہ جائے گی۔

ذرا غور فرمایئے کہ ایسے عقیدہ کا مطلب یہ ہو گا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس پر کبھی کبھی ایک کیفیت طاری ہوتی ہے جس سے ان کے چہرے کی رنگت بدل جاتی ہے۔ پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہوتے ہیں۔ انہیں کبھی شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ اور کبھی گھنٹیوں کی گونج سنائی دیتی ہے۔ ان کا سر جھک کر گھٹنوں سے لگ جاتا ہے۔ اِس کیفیت میں اِسے کوئی آواز سنائی دیتی ہے یا ایک صورت نظر آتی ہے جو اِسے کہتی ہے کہ اللہ موجود ہے اور اس کے دیگر احکام اسے سناتی ہے اور مُدعیِ نبوت اس تعلیم کو دوسرے انسانوں تک پہنچاتا ہے۔ یہ کتنی کمزور اور بودی بنیاد ہے اللہ کے دین کی جسے سن کر مستشرقین اور کفار یقیناً خوشی سے بغلیں بجائیں گے۔

ایسے عقیدے کا بودا پن ظاہر کرنے کیلئے قرآن کریم کی سورۃ النجم کا ایک بیان بڑا اہم ہے۔ اس میں حضرت جبرائیل کے نزدیک آنے اور اپنی اصل صورت میں ظاہر ہونے کا ذکر بھی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے دیدار کو **قَابَ قَوسَین** سے بھی زیادہ قریب دکھایا گیا۔ دِل کو دیکھنے کی بات بھی ہوئی اور **سِدرَۃُ الْمُنْتَهٰی** کی منظر کشی بھی کی گئی۔ پھر ارشاد ہوا!

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی o "نہ تو نگاہ بہکی نہ حد سے بڑھی"۔

لَقَدْ رَاٰیٰ مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی o

''بے شک انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی آیات کا مشاہدہ کیا''۔

پھر اچانک مشرکین مکہ سے یہ سوال کیا گیا۔

اَفَرَءَ یْتُمُ اللّٰتَ والْعُزّٰیo وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْریٰo

''کیا تم نے دیکھا ہے لات اور عزّٰی کو اور منات کو تیسرے پچھلے کو''۔

یہاں مشرکین پر طنز کی گئی کہ تم نے سینکڑوں خیالی ہستیوں کے خود ہی نام گھڑ کر ان کے بت بنا لئے ہیں۔ ایسے باطل معبودوں کی چاہے جتنی کوئی عبادت کرے، انہیں ہمہ وقت پکارتا رہے۔ وہ نہ کبھی انکی پکار کا جواب دیں گے نہ مشکل وقت میں مدد کریں گے اور نہ ہی کسی کو ان کا دیدار حاصل ہو سکتا ہے۔ یہاں اللہ کے کلام پر تدبر و تفکر فرمائیں کہ عبارت کے الفاظ ہی سے ظاہر ہو رہا ہے کہ میرے حبیب نے تو میرا دیدار کیا اور میری قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ کیں۔ اے مشرکین تمہارے عقائد باطلہ کی تو کوئی بنیاد ہی نہیں ہے۔ کیا تم نے کبھی لات، منات اور عزّٰی کو دیکھا ہے۔ اِس مقام پر اس طرح کا سوال پوچھنا بنتا بھی ہے اور ججتا بھی ہے۔ اگر کوئی ایسا غلط عقیدہ رکھتا ہے تو وہ بتائے کہ یہ سوال پوچھ کر کیا اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو اُلجھن میں ڈالنا چاہتے تھے۔ اگر مشرکین یہی سوال اُلٹا کر حضور ﷺ سے پوچھ بیٹھتے کہ ہم نے تو لات و منات کو نہیں دیکھا کیا آپ نے اللہ کو دیکھا ہے؟ تو پھر حضور ﷺ انہیں یہی جواب دیتے کہ میں نے بھی اللہ کو نہیں دیکھا۔ تو پھر کیسی صورت حال بنتی کہ دونوں کے عقائد کی بنیاد یکساں بے یقینی ہی ہے۔

اِس لئے اے اہل ایمان آپ دل و جان سے یہ عقیدہ رکھیں کہ ہمارے حضور ﷺ تمام انبیاء کے امام اور اولادِ آدم کے سردار ہیں۔ کوئی بشر نیکی اور خوبی میں نہ حضور ﷺ سے افضل ہوا ہے نہ ہوگا۔ جیسا دیدار باری تعالیٰ آپ کو نصیب ہوا کسی دوسرے کو نہیں ہوا۔ آپ کو نہ صرف آنکھوں اور قلب سے دیدار کی نعمت عظمیٰ عطا ہوئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے **ملکوت السّمٰوٰت وَالْاَرض** کی سیر کرائی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے شاہد بنا کر بھیجا۔ آپ نے جنت کو دیکھا تو جنت کی بشارت دی۔ دوزخ کے مختلف عذاب دیکھے اور ان سے انسانوں کو ڈرایا۔ اور جس اللہ کی ذات کا دیدار کیا

اس کی طرف پوری انسانیت کو دعوت دی۔

عقل کو آستاں سے دُور نہیں
اِس کی تقدیر میں حضور نہیں
دِل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں
ہر گہر نے صدف کو توڑ دیا
تو ہی آمادۂ ظہور نہیں

(اقبال)

برادران کرام! اپنی گذارشات ختم کرنے سے پہلے تفسیر ابن کثیر سے ایک اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں۔

''بعض آسمانی کتابوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم میں نے تجھے اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ پس تو اس سے غفلت نہ کر۔ تیرے رزق کا میں ضامن ہوں تو اس میں بے جا تکلیف نہ کر۔ مجھے ڈھونڈتا کہ مجھے پالے۔ جب تو نے مجھے پالیا تو یقین مان کہ تو نے سب کچھ پا لیا۔ اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تمام بھلائیاں تُو کھو چکا۔ سن تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہونی چاہیے''۔

(تفسیر ابن کثیر۔ جلد پنجم، صفحہ 186)

کچھ بھی حاصل نہ ہوا زُہد سے نخوت کے سوا
شغل بے کار ہیں سب تیری محبت کے سوا

(حسرت موہانی)

محمد صدیق ڈار توحیدی

خادم سلسلہ عالیہ توحیدیہ

فون: 055-3862835

055-4005431

0300-6493335

مرکز تعمیر ملت

وحید کالونی۔ گوجرانوالہ

10۔ اپریل 2010ء

اپنی جولاں گاہ زیر آسماں سمجھا تھا میں
آب و گِل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں
بے حجابی سے تری ٹوٹا نگاہوں کا طلسم
اِک ردائے نیلگوں کو آسماں سمجھا تھا میں
کارواں تھک کر فضا کے پیچ و خم میں رہ گیا
مہر و ماہ و مشتری کو ہم عناں سمجھا تھا میں
عشق کی اِک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

(اقبالؒ)

واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا

صداقت — اللہ — محبت

سِلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

علم کا مقصود ہے پاکیٔ عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عِفّتِ قلب و نگاہ
علم فقیہہ و حکیم ، فقر مسیحؑ و کلیمؑ
علم ہے جویائے راہ ، فقر ہے دانائے راہ
فقر مقام نظر ، علم مقام خبر
فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ
دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نگاہ توڑ دے آئینہ مہر و ماہ

Regd No. SR-01